© rasailojaraid.com

نظامِ اسلامی اور اطاعتِ رسولؐ

(حدیث کا مقام نظامِ شریعت میں)

نعیم صدیقی

(۲)

رسول کو محض "قاصد" قرار دینے کا مغالطہ اوپر کی سطور میں نظامِ دینی کے اندر "الکتاب" کے ساتھ الرسولؐ کے منصب کی جو اہمیت بیان کی گئی ہے، کچھ لوگ اس پر چھاپہ مارنے کے لیے ایک نہایت غلط اور گمراہ کن استدلال سے کام لیتے ہیں۔ وہ قرآن مجید میں سے نکال نکال کر دکھاتے ہیں کہ رسول کے بارے میں تو یہاں یہ وارد ہے کہ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلَاغ (المائدہ)، اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغ (الشوریٰ)، یعنی اللہ تعالیٰ نے خود رسول کی پوزیشن مشخص کر دی کہ اس کا منصب خدا کی بات (کتاب) جوں کی توں پہنچا دینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

فی الواقع اگر قرآن کے ان کلمات کا مدعا یہی تھا جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو رسول کی حیثیت ایک مقدس خدائی ہرکارے سے زیادہ کچھ نہ ہوتی۔ پھر اسے "اطیعون" کہنے کا حق بھی نہ ہونا چاہیے تھا۔ پھر اسے یہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت بھی نہ تھی کہ قرآن سننے والوں یا پڑھنے والوں کو اس کے سمجھنے میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں رفع کرے۔ پھر اسے اس امر کا بھی مجاز نہ ہونا چاہیے تھا کہ قرآن کی تشریح و توضیح کرے، بلکہ یہ ہر شخص کا اپنا کام تھا کہ قرآن کو خود جس طرح چاہے سمجھتا رہے۔ پھر اس رسول (محض چٹھی رساں) کے "اسوۂ حسنہ" ہونے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی۔ پھر تو اسے کسی ادب و احترام اور تعظیم کا مستحق بھی نہ ہونا چاہیے تھا، کجا کہ اس کی بیویاں تک مومنوں کی مائیں قرار پاتیں۔

بس زیادہ سے زیادہ اس کا مقام "انسانی جبریلؑ" کا ہوتا کہ جو کچھ پارۂ الہام القا ہوا وہ جوں کا توں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچا دیا اور پھر الگ ہو گئے۔ اب سامعین کا یہ اپنا کام ہے کہ وہ اس پارۂ الہام سے استفادہ کرتے ہیں یا اس کے ساتھ کچھ دوسرا سلوک کرتے ہیں۔ انسانی جبریل کو بیچ میں مداخلت کرنے کا منصب حاصل نہیں۔ وہ ہرکارے کی ڈیوٹی انجام دینے کے بعد فارغ ہے کہ اپنے گھر بار کے دوسرے کام دیکھے۔

اب ان مفسرینِ قرآن سے کوئی پوچھے کہ اگر واقعی رسول کا منصب خدا کی طرف سے صرف "بلاغ" کا منصب تھا تو پھر ایسا کیوں ہوا کہ وہ رسول کتاب الٰہی کی تلاوت کرنے کے علاوہ کتاب کی تعلیم دینے اور اس کے مطابق حکمت سکھانے کا منصب سنبھالتا ہے؟ وہ بات کو سیدھے سیدھے طریق سے ایک قاصد کی طرح پہنچا دینے کے بجائے کیوں اپنے جذبات کا بھی موقع بہ موقع مظاہرہ کرتا ہے؟ وہ لوگوں کے سوالات کے جواب قرآن کے الفاظ کے بجائے اپنے الفاظ میں کیوں دیتا ہے؟ وہ قرآن کی آیات کی شرح کیوں بیان کرتا ہے؟ وہ اپنی طرف سے بعض موقعوں پر تاریخی نظائر اور مثالوں سے کیوں کام لیتا ہے؟ وہ قرآن پڑھ دینے سے آگے بڑھ کر دعوت کے لئے جدوجہد اور کشمکش اور مقابلہ کیوں کرتا ہے؟ وہ دعوت ماننے والوں کی تنظیم کا کام ایک لیڈر بن کر کیوں سر انجام دیتا ہے؟ وہ مربی بن کر ان کی تربیت کیوں کرتا ہے؟ وہ مزکی بن کر ان کا تزکیہ کرنے کا منصب کیوں سنبھال لیتا ہے؟ وہ میدانِ جنگ میں سپہ سالار بن کر کیوں کھڑا ہو جاتا ہے؟ وہ ایک ریاست قائم کر کے اس کا حاکم اعلیٰ کیوں بن بیٹھتا ہے؟ وہ عدالت قائم کر کے اس کا جج کیوں بن جاتا ہے؟ آخر ایک "پوسٹ مین" کو ان خدمات سے کیا واسطہ؟ اس کا کام تو بادشاہ کا فرمان پہنچا دینے کے بعد ختم ہو جانا چاہیے تھا!

جس قرآن میں آپ نے یہ دیکھا کہ "وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغ"، کیا اسی قرآن میں آپ کو یہ نظر نہ آیا کہ رسول ایک نمونۂ عمل بھی ہے، معلّم بھی ہے، مربّی اور مزکّی بھی ہے، لیڈر بھی ہے، حکمران بھی ہے، سپہ سالار بھی ہے، قاضی بھی ہے اور مجتہد بھی؟ پھر آپ نے کیوں نہ سوچا کہ آیا قرآن نے تضاد بیانی سے کام لیا ہے یا خود آپ قرآن کا مطلب سمجھنے میں ٹھوکر کھا گئے ہیں؟

آپ نے وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغ اور اس معنی کی آیات کی جو تفسیر کی ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی کسی آیت کا مطلب اور اس کے عملی تقاضے دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ میرے ذمے تو صرف بلاغ کی ڈیوٹی ہے، آگے میرا کچھ منصب نہیں ہے۔ لوگ ایمان لا کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کے گرد جمع ہونے لگتے تو آپ اُن کو متنبہ کر دیتے کہ بلاغ پر میرا کام ختم ہو گیا، اب آپ کی تنظیم کرنا میرا کام نہیں۔ ریاست بنانے، عدالتیں قائم کرنے اور جنگ لڑنے کے مواقع پیدا ہوتے تو آپ معذرت کر دیتے کہ بس بلاغ سے آگے میری کچھ ذمہ داری نہیں ہے، اپنا رئیس مملکت، قاضی اور سپہ سالار آپ حضرات خود منتخب کریں۔ مخالفین اعتراض کرتے، سائلین اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے آتے اور مومنین کسی چیز کی تشریح یا کسی معترض کا جواب مانگتے تو آپ صاف کہہ دیتے کہ بھائی، یہ باتیں اس سے پوچھو جس نے کتاب بھیجی ہے، مجھے تو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا۔ پھر جب خود رسول کی حیثیت بھی مبلغ سے زیادہ کچھ نہ تھی، اور یہ دوسری تمام ذمہ داریاں اس کے منصب سے متعلق نہ تھیں تو کسی دوسرے کا یہ منصب کیسے ہو گیا کہ کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر و تعبیر کرنے بیٹھے، اور تعلیمات قرآن اور معارف القرآن لکھے؟

آخر اس کا آپ کیا علاج کریں گے کہ تاریخ سے ناقابلِ انکار حد تک یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً وہ ساری ذمہ داریاں سنبھالیں جو اوپر مذکور ہوئیں؟ اس تاریخ کو آپ کسی طرح جھٹلا نہیں سکتے۔ اب کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول کو خدا نے جو منصب دیا تھا، رسول نے زبردستی اس سے تجاوز کر ڈالا اور وہ حیثیت اختیار کر لی جو دراصل اس کو نہیں دی گئی تھی؟

فتنے کی جڑ ایک خود ساختہ نظریہ پہلے سے ذہن میں خوب اچھی طرح جما کر جو آدمی بھی قرآن کو پڑھتا ہے اس کے لیے قرآن کے نورانی خزانوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور بالکل سیدھی سادی باتیں بھی اس کی گرفت میں نہیں آتیں۔ جس فتنے پر ہم گفتگو کرنے کے لیے یہ بحث چھیڑ رہے ہیں وہ اس طرح نمودار نہیں ہوا کہ پہلے قرآن میں وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغ اور اس طرح کی آیات کو پڑھ کر کچھ لوگوں نے ایک فکری رہنمائی حاصل کی ہو اور پھر اس رہنمائی سے انہوں نے یہ نظریہ قائم کر لیا ہو، بلکہ وہ اس طرح رونما ہوا ہے کہ پہلے حدیث سے ان کا دل اچاٹ ہوا، پھر سنت کی شرعی حیثیت سے انکار کرنے پر طبیعت مائل ہوئی، پھر آگے چلے تو دیکھا کہ پورے تیرہ سو برس کے اسلامی لٹریچر میں رسول کی جو "اتھارٹی" پائی جاتی ہے وہ اگر جوں کی توں رہے تو سنت کی شرعی اہمیت سے انکار ممکن نہیں رہتا۔ تب انہیں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ رسول کی اس اتھارٹی کو ختم کیا جائے اور اس غرض کے لیے وہ قرآن کھول کر بیٹھے۔ یہاں انہوں نے ڈھونڈنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شروع کیا کہ کوئی لفظ یا فقرہ مفید مطلب مل جائے۔ مذکورہ بالا آیات پر نظر پڑ گئی۔ ان کا لفظی ترجمہ جو دیکھا تو دل کی کلی کھل گئی۔ فتنہ زدہ اور فتنہ طلب دماغ ایسے مواقع پر کبھی نہیں سوچا کرتا کہ جن آیات کے ظاہری الفاظ سے وہ ناجائز استفادہ کرنے لگا ہے ان کو ایک غلط مدعا کا حامل بنانے سے کتنے اور اشکال پیدا ہو جائیں گے بلکہ وہ کھٹ سے فیصلہ دے دیتا ہے اور قرآن کو اپنے نظریے کی شہادت میں ساتھ لے کر چل کھڑا ہوتا ہے۔

اصل مدعا سوچنے کی چیز یہ تھی کہ ایسی آیات میں منصب بلاغ کا اثبات آخر کس چیز کی نفی کرنے کے لیے کیا گیا ہے؟ "مَا" میں تردید کس چیز کی ہے اور پھر اس کے مقابلے میں "اِلَّا" کس شے کے لزوم کو سامنے لاتا ہے؟ یہی سوچنے کی بات تھی مگر افسوس کہ ہمارے جدید مفسرین نہیں سوچ سکے لیکن یہ حقیقت قرآن نے خود ہی واضح کر دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان آیات میں نفی حسب ذیل امور کی کی گئی ہے:-

اوّل:- نبی کوئی صاحب غرض آدمی نہیں ہے کہ اگر تم اس کی بات مان لو گے تو اس پر اسے کچھ اجر تم سے حاصل کرنا ہے، اور نہ مانو گے تو وہ اپنی اُجرت سے محروم رہ جائے گا۔

دوم:- نبی سے آخرت میں یہ باز پرس نہیں ہونی ہے کہ اس نے تم سے بات منوائی تھی یا نہیں، بلکہ اس سے حساب اتنا ہی لیا جانا ہے کہ کماحقہٗ بات پہنچا دی تھی یا نہیں۔

سوم:- نبی تمہارے لیے داروغہ اور جبار اور وکیل نہیں بنایا گیا کہ جس دعوت پر ایمان لانے میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اسے اگر تم اپنی حماقت کی وجہ سے نہ مانو تو وہ ڈنڈے کے زور سے زبردستی تم سے منوائے۔

یہاں اس معنی کی چند آیات کو ہم پیش کیے دیتے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے:-

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

(المائدہ - ۱۲)

اور اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی، اور سنبھل جاؤ، پھر (اس انتباہ کے بعد بھی) اگر تم اطاعت سے روگردانی کرو تو یہ بات جان لو کہ ہمارے رسول کے اوپر بات کو کھول کر پہنچا دینے سے زیادہ کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

یہ تتمہ ہے شراب اور جوئے اور پانسے وغیرہ کی نہی کا، اور اس سے قبل کے فقرے میں مسلمانوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چوکنا کیا گیا ہے کہ شیطان ان چیزوں کے ذریعے تمہیں نماز اور ذکر سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ پھر بڑے سخت انداز میں کہا گیا کہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ؟ (پھر کیا تم باز نہیں آنے کے؟)۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا کے احکام اور رسول کے فرمودات کی پیروی کرو، لیکن اگر تم انحراف کرتے ہو تو خدا کے سامنے رسول صرف ہمارے احکام کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دینے کا ذمہ دار ہے، تمہارے دلوں کو بدلنے اور ان احکام کا احترام تمہاری روحوں میں پیدا کر دینے پر وہ مامور نہیں ہے۔ "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ" کے الفاظ یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ خطاب کا رُخ خصوصیت کے ساتھ ایسے مسلمانوں کی طرف ہے جو اصلاح پذیری میں پھسڈی ہیں!

اسی طرح کعبہ کے بیت حرام ہونے اور شہر حرام اور قربانیوں کے جانوروں کے واجب الاحترام ہونے کا بیان کرنے کے بعد یوں فرمایا کہ:۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ (المائدہ - ۱۳)

جان لو کہ اللہ سخت گرفت کرنے والا ہے اور یہ بھی کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ رسول پر کوئی ذمہ داری بات پہنچا دینے کے سوا نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو، سب کو اللہ جانتا ہے۔

یہاں بھی واضح کیا گیا ہے رسول کی ذمہ داری کے حدود کو اس پہلو سے کہ وہ دلوں اور روحوں کو بدلنے کا ذمہ دار نہیں ہے، اس کا فرض تو منشائے الٰہی کو تم تک پہنچا دینا ہے۔ باقی عذاب دینے اور مغفرت کرنے والا تو خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ظاہری اعمال کو بھی اور دلوں کے پوشیدہ کوائف کو بھی جانتا ہے۔

پھر ایک اور مقام پر بات مزید کھل جاتی ہے۔ منکرین جب اعتراض اٹھاتے ہیں کہ یہ رسول صاحب عجب ہیں کہ بیوی بچے رکھتے ہیں اور کوئی معجزہ دکھلانے یا عذاب وارد کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتے، دوسرے لفظوں میں یہ انسانوں جیسے انسان ہیں، تو اس کا جواب دینے کے لیے نبی صلعم سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات منکرین کے کانوں میں ڈالی جاتی ہے کہ:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا

ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں اور ان کو بیوی بچے عطا کیے۔ کسی رسول کے بس میں یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ —— وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ (الرعد - ۱۲)

نشانی بغیر اذنِ الٰہی کے (بطور خود) لے آئے۔ (ہمارے ہاں) ہر آنے والی گھڑی کے لیے اندراج ہے —— اور ہم چاہیں تو ان منکرین سے جس عذاب کا وعدہ کر رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تم کو (زندگی ہی میں) دکھا دیں یا چاہیں تو تم کو وفات دے دیں، تمہارے اوپر ذمہ داری صرف بات پہنچا دینے کی ہے، حساب لینا تو خود ہمارا کام ہے۔

یہاں نبی کا منصب "بلاغ" بتایا تو اس کے مقابلے میں نفی جس چیز کی مطلوب تھی وہ کھول دی کہ حساب لینا اور موعودہ عذاب وارد کرنا نبی کا کام نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کے لیے اس کے ہاں ایک وقت معین ہے جس کا باقاعدہ اندراج ہے۔

پھر بات اور کھلتی ہے۔ منافقین پر گفتگو کرتے کرتے فرمایا:۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (النور - ۱۲)

اے نبی! ان سے کہدو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم انحراف کرو تو سمجھ لو کہ اُس کے ذمہ بھی کچھ ہے جس کا ذمہ دار اسے بنایا گیا ہے اور تمہارے ذمے وہ کچھ ہے جس کے ذمہ دار تم بنائے گئے ہو، اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو تو خود تم ہی ہدایت پاؤ گے، اور رسول کے اوپر بات کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

یہاں بھی رسول کو بلاغ مبین کا ذمہ دار قرار دے کر نفی جس چیز کی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان اور اطاعت میں اخلاص پیدا کر دینا نبی کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ یہ تو خود ان لوگوں کا کام ہے جو ایمان کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوں۔ نبی کی ذمہ داری خدا کے احکام پہنچا کر ختم ہو جاتی ہے اب جو کوئی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرے گا، خود ہی راہِ راست پائے گا، اور جو منافقت سے کام لے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ملاحظہ ہو :-

فَذَكِّرْ ۚ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ-۱)

(پس (اے نبی) نصیحت کرو، تم ہو ہی نصیحت کرنے والے۔ اِن (منکرین) کے اوپر تم داروغہ مقرر نہیں کیے گئے۔

یہاں بھی نفی جس چیز کی تھی اس کی تصریح کر دی گئی کہ نبی کا کام مُصَیْطِر کا کام نہیں ہے، مُذَکِّر کا کام ہے۔ اسی حقیقت کو یوں بھی کھولا کہ :-

نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ۝ (ق-۳۰)

ہمیں معلوم ہے وہ (منکرین) جو جو کچھ کہتے ہیں اور تم ان پر جبار نہیں ہو۔ پس جو وعید سے ڈریں ان کو قرآن کے ذریعے نصیحت کرو!

نبی کا کام تذکیر ہے اور اس کے مقابلے میں اس کا کام جو نہیں ہے وہ جبّاری ہے! اسی طرح سورۂ صٓ (رع ۵) میں تصریح کی گئی ہے کہ نبی فقط "نذیر مبین" ہوتا ہے، اس کو ملاءِ اعلیٰ کے ہنگاموں کا جائزہ لینے پر مقرر نہیں کیا گیا۔ پھر اسی سورہ صٓ (رع ۵) کے آخر میں ہے کہ :-

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۔

(اے نبی) کہو کہ میں تم سے اس کام کی کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کیشوں میں سے ہوں ۔۔۔ یہ تو بس جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

یعنی نصیحت کرنا نبی کی ڈیوٹی ہے، نہ کہ "پیشہ"!

یہ چند مواقعِ کلام بطورِ نمونہ لیے گئے ہیں۔ اِن سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ جہاں کہیں یہ بات پورا زور دے کر بیان کی گئی ہے کہ نبی تو بس بلاغ اور تذکیر اور انذار پر مامور ہے، وہاں بیان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ نبی اس کام کے سوا اور کسی کام پر مامور نہیں ہے، بلکہ اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ نبی اُن کاموں پر مامور نہیں ہے جو کفار اور منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے اس کے کرنے کے کام سمجھ لیے ہیں۔ نبی سے لوگوں کے کفر و ایمان کا حساب نہیں لیا جاتا ہے۔ نبی پر بات کو دلوں میں اتارنے کی ذمہ داری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہے۔ نبی داروغہ اور وکیل اور جبار نہیں ہے۔ نبی کی کوئی ذاتی غرض اٹکی ہوئی نہیں ہے۔ نبی کو جھٹلانے میں نبی کا کوئی دنیوی واخروی نقصان نہیں بلکہ نقصان خود جھٹلانے والوں کا ہے۔ نبی کا کام منکرین اور منافقین پر عذاب نازل کرنا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا کام ہے۔ یہ سب غلط حیثیتیں جو نبی کی سمجھ لی گئی ہیں ان کے مقابلے میں اس کی حیثیت محض ایک ناصح اور مبلّغ کی ہے اور تبلیغ و نصیحت کے بعد اس کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی دوسری بات یہ بھی نمایاں ہوجاتی ہے کہ ایسے مواقع کلام میں سے بیشتر وہ ہیں جن کا خطاب کھلے کھلے منکرین و معاندین سے ہے (گو بسا اوقات مخاطب نبی صلعم کو کیا گیا ہے لیکن روئے سخن مخالفین کی طرف ہے)، اور کچھ مواقع ایسے ہیں کہ زد پر منافقین ہیں، اور جہاں مسلمانوں سے خطاب ہے وہاں اگرچہ بظاہر خطاب عام ہے لیکن تنبیہ کا انداز خود بتاتا ہے کہ تعمیل میں کوتاہی کرنے والے خاص طور پر پیش نظر ہیں۔ اس حقیقت کو جان لینے سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ نبی کی ذمہ داری بلاغ، تذکیر اور انذار تک محدود اگر ہے تو مخالفین، معاندین، منافقین اور کوتاہ عملوں کو مومن و مخلص بنانے اور ان پر عذاب نازل کرنے کے معاملہ میں ہے، نہ یہ کہ منصب نبوت سراسر بلاغ و تذکیر ہی تک محدود ہے اور مطلقاً اس کے سوا نبی کا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔

اب آپ خود اندازہ کیجیے کہ جن حضرات نے اپنے آپ کو حدیث کے دفاتر کے مطالعہ سے فارغ کر کے یکسر تدبّر قرآن میں لگا دیا ہے ان کی قرآن فہمی کا عالم کیا ہے! منصب رسالت کی بیشمار ذمہ داریاں بلاغ و تذکیر اور انذار کے علاوہ بھی تھیں ان سب پر ہاتھ صاف کر دیا گیا۔

"بلاغ" تو رسول کی بالکل ابتدائی ذمہ داری ہے۔ یعنی اگر کوئی اس کا پیغام سننے کے بعد ماننے سے انکار کر دے یا اخلاص کے ساتھ نہ مانے تو اس کے معاملے میں رسول کا کام بلاغ پر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو لوگ اسے مان لیں اور اطاعت پر آمادہ ہوں، ان کے معاملے میں رسول کی ذمہ داری محض بلاغ پر کیسے ختم ہو سکتی ہے؟ پھر تو لازماً دوسری ذمہ داریاں شروع ہو جائیں گی۔ اگرچہ ان ذمہ داریوں کو انجام دینے کے دوران میں بھی ہر قدم پر "بلاغ" کا کام اپنی جگہ ہوتا رہے گا، مگر بلاغ کے ساتھ ساتھ دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرائض بھی ہونگے جن کی انجام دہی رسول کے لیے ویسی ہی ضروری ہے جیسے خود بلاغ کی۔

آئیے ہم منصب رسالت کی دوسری بڑی بڑی ذمہ داریوں کے بارے میں قرآن سے تحقیق کریں۔

تبیین کتاب | قرآن نے نبی صلعم کا ایک بہت ہی اہم فریضہ ذیل کی آیات میں نمایاں کر دیا ہے:-

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥ (نحل - ع ٦)

اے محمدؐ! ہم نے یہ ذکر تم پر اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے اس ذکر کی تشریح و توضیح کرو جو ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔ شاید کہ وہ سوچ بچار سے کام لے سکیں!

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ (نحل - ٨)

بخدا! ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سی امتوں کو اپنا پیغام بھیجا تھا، لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا پھر شیطان نے ان کے غلط اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا اور آج وہی ان کا کارپرداز بنا ہوا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور (اے محمدؐ!) تمہارے اوپر الکتاب نازل کرنے سے ہمارا مدعا ہی یہ ہے کہ تم ان پر وہ سب کچھ واضح کر دو جس میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں

دونوں آیتیں گواہ ہیں کہ کتاب کو ایک رسول کے ذریعہ سے بھیجنا کوئی غیر ضروری تکلف نہ تھا، بلکہ ایک اہم مقصد تھا جو رسول کے بغیر محض کتاب سے پورا نہ ہو سکتا تھا۔ پہلی آیت اشارہ کرتی ہے کہ لوگوں کو یہ بتانا رسول کا فرض ہے کہ کتاب کا مقصد و مدعا کیا ہے؟ وہ ان سے کن چیزوں کے قبول و ترک کا مطالبہ کرتی ہے؟ اس کے احکام زندگی کے عملی معاملات پر کیونکر منطبق ہوتے ہیں؟ اور اس کے منشا کی عملی تفسیر کیا ہے؟ یہ وضاحت اس حد تک ہونی چاہیے کہ لوگوں میں خود سوچنے کی قوتیں متحرک ہو جائیں! ظاہر بات ہے کہ مطالبہ صرف کتاب کے الفاظ کی قرأت سے کسی زائد چیز کا ہے۔ انبیاء و رسل صرف کتاب الٰہی پڑھ کر سنا دینے پر مامور نہیں ہیں، بلکہ اس کے ایک ایک جملے کے مفہوم و منطوق اور منشا و تقاضا کو واضح کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔ دوسری آیت بتاتی ہے کہ سابق امتیں دین برحق سے برگشتہ ہو کر عقائد و

© rasailojaraid.com

اہم

© rasailojaraid.com

احکام کے جن اختلافات میں پڑ گئی ہیں ان کو دور کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ الکتاب کے مطالب کی پوری پوری "تبیین" کریں، وضاحت فرمائیں، اس کے مضمرات کو نمایاں کر کے رکھ دیں اور اس کے اشارات کو شرح و بسط سے سامنے لائیں۔ یہ دوسری آیت پہلی آیت کے مدعا کو اور زیادہ نکھار دیتی ہے۔ یعنی رسول اللہ پر کتاب بھیجنے کی اصل غرض و غایت ہی یہ ہے کہ آپ اسکی تبیین فرمائیں۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ قرآن تو خود مبین ہے، خود واضح ہے، خود جامع ہے، آپ اپنی تشریح ہے پھر یہ تبیین کیسی؟ دراصل قرآن کے فی نفسہ مبین ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کسی شرح کا اور کسی تبیین کا ضرورت مند نہیں۔ بلکہ اس کے مبین ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک فصیح اور معیاری زبان میں اترا ہے، وہ بہترین ادبی و دعوتی اسلوب کا حامل ہے، وہ دین کے اصول و اساسات کو پیش کرنے میں کہیں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے قرآن یقیناً مبین ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک کودن سے کودن آدمی بھی اسے پڑھ کر وہی کچھ پا سکتا ہے جو ایک راسخ العلم آدمی اس سے اخذ کرتا ہے، ایک عامی اس سے اسی طرح مدعا کا استنباط کر سکتا ہے جس طرح ایک مفکر۔ یا ایک متعصب آدمی اس سے ویسا ہی استفادہ کر سکتا ہے، جیسے ایک راستباز طالب علم۔ قرآن فی نفسہ تو انتہائی حد تک مبین ہے، لیکن اس کے مختلف قارئین اور سامعین اس کو سمجھنے کے لیے اپنے ذہنی احوال کے لحاظ سے مختلف درجوں میں تبیین رسالت کے ضرورت مند ہیں۔ قرآن کے مدعا کو پانے کے لیے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن جس انتہائی بلند معیار پر فائز تھا اس پر کوئی دوسرا انسانی دماغ نہیں پہنچ سکتا۔ الکتاب کے کمال فہم میں الرسول کا دماغ ایک ہی دماغ ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد صف اول کے ذہین لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ پھر صفِ دوم کے لوگ اور پھر تیسرے اور چوتھے درجے کے لوگ آتے ہیں کہ جن کو سیدھی سیدھی باتیں جذب کرنے میں بھی بڑی دیر لگتی ہے اور بڑی الجھنیں پیش آتی ہیں۔ اسی طرح دوسرے پہلو سے دیکھیے تو اندازہ ہوگا کہ الکتاب سے اکتسابِ فیض کرنے کے لیے دل و دماغ کا تعصبات، اہواء اور ماحول کے اثرات سے معیاری حد تک پاک ہونا صرف الرسول ہی کے حصے میں تھا۔ وہاں ان آلائشوں کا شائبہ بھی نہ تھا اس لیے وہاں ایک ادنیٰ سا الہامی اشارہ بھی دوررس اور وسیع حقائق کو پا لینے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے کافی ہو جاتا تھا۔ الرسول کے بعد پھر ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے ذکی و فہیم اور صاف ذہن رکھنے والے طالبانِ حق اور فدایانِ حق تھے کہ جن کے لیے شاذ ہی کسی حقیقت کے جذب کرنے میں کوئی نفسیاتی کمزوری مانع ہوئی۔ پھر صفِ دوم کے دل و دماغ سامنے آتے ہیں جن کو اپنے نفسیات اور قرآنی تقاضوں کے درمیان ایک لمبی کشمکش میں سے گذرنے کے بعد فہم کتاب کا مقام ملا۔ پھر صفِ سوم کے لوگ تھے کہ جن کی ساری عمر اسی کشمکش میں گذری، لیکن بہر حال انہوں نے اپنی نفسیاتی کمزوریوں کے آگے سپر نہیں ڈالی۔ پھر درجۂ چہارم کے لوگ آتے ہیں کہ جنہوں نے الکتاب کو برسوں پڑھا اور سنا مگر اس کی سیدھی باتوں میں سے ٹیڑھ کے سوا کچھ نہ پاسکے۔ پس قرآن فی نفسہٖ مبین ہونے کے باوجود اپنے مخاطبین کے ذہنی و نفسیاتی احوال کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبیین کا محتاج تھا۔

ایک دعوت رکھنے والی کتاب کا خاصہ ہے کہ اس کے ظہور پر ماحول میں فکری تصادم برپا ہو جاتا ہے۔ فکری تصادم کی حالت جہاں کہیں پیدا ہوتی ہے وہاں گوناگوں سوالات اور اشکالات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ سوالات سنجیدہ بھی ہوتے ہیں، بیہودہ بھی۔ سمجھنے کے لیے بھی ہوتے ہیں، شرارت کے لیے بھی۔ اصولی بھی ہوتے ہیں، جزئی بھی۔ فوری جواب دینے کے لیے بھی ہوتے ہیں، تاخیر سے جواب دینے کے بھی۔ اجمالی بھی ہوتے ہیں، تفصیل طلب بھی۔ فلسفیانہ بھی ہوتے ہیں، عمل پسندانہ بھی۔ وقتی بھی ہوتے ہیں اور مستقل بھی۔ ایک قومی و ملکی ماحول کے لیے خاص بھی ہوتے ہیں اور زیادہ وسیع بھی۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی کتابِ دعوت میں ان تمام سوالات اور ان کے جوابات کو جمع کر کے شائع کر دیا جائے،[1] کیونکہ اس طرح تو ایک "انسائیکلوپیڈیا" مرتب ہو جائے گی اور اس سے دعوتِ عام کا کام نہ لیا جا سکے گا۔ علاوہ بریں ایک ہی سوال کا ایک جواب مختلف اشخاص کے سامنے یا مختلف قسم کے حالات میں مختلف اسالیب سے پیش کیا جانا لازم ہوتا ہے۔ کہیں جواب میں ایک پہلو کو زیادہ نمایاں کرنا ہوتا ہے کہیں کسی دوسرے پہلو کو۔ ریاضی کے سوالات کی طرح دعوت

---

[1] قرآن میں مخالفین اور مومنین کے بعض ایسے بڑے بڑے سوالات کے جوابات ضرور ملیں گے جو زیادہ عام تھے یا دیر تک تحریکِ اسلامی پر اثر انداز رہے لیکن نبی صلعم نے ذاتی طور پر تبیین کا جو کام اپنی زبان سے کیا ہے اس کا پورا پورا ریکارڈ قرآن میں نہیں ہے۔ حدیث کے دفتر میں بھی صرف اس کا جوہر مل سکتا ہے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کام میں سوالات کے ملگے بندھے جوابات ہر جگہ کام نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنی تبیین کا فریضہ پوری طرح خود ہی ادا نہیں کر دیا ہے بلکہ اس کام کا بڑا حصہ نبی صلعم کو تفویض کیا ہے۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جو لوگ قرآن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبیین کو آج غیر ضروری قرار دیتے ہیں وہ اپنے دور میں خود اسی تبیین کی مسند پر براجمان ہیں۔ وہ صفحات کے صفحات قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے پر لکھ کر لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ فلاں مقام پر قرآن کا مدعا یہ ہے اور یہ نہیں ہے، اس نے حکم یہ نہیں دیا وہ دیا ہے، اس کی تشریح فلاں طرح ٹھیک نہیں فلاں طرح ٹھیک ہے، اس کی فلاں اصطلاح کا مطلب وہ نہیں یہ ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر قرآن باہر سے کسی تبیین کا محتاج نہیں اور اپنے ہر قاری کے لیے آپ ہی اپنا کامل مفسر ہے تو آخر بیچ میں جناب کا یہ منصب تفسیر کیسے نکل آیا؟ یہی منصب اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو تو آپ کو اس پر اعتراض ہے، لیکن جب اس منصب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہٹا کر آپ خود اس پر آ بیٹھتے ہیں تو یہ قابلِ اعتراض نہیں! یہ کیا قصہ ہے؟ خارج سے تبیین کا انکار کرنے کے بعد آپ ساری تفاسیر اور سارے ذخیرۂ احادیث اور سارے دفاترِ فقہ و کلام کو دریا بُرد کرنے پر مُصر ہیں، لیکن اس کے بعد پھر آپ قرآن اور اس کے مخاطبوں کو تنہا نہیں چھوڑ دیتے کہ وہ ایک دوسرے کو خود ہی جانیں بلکہ آپ ان دونوں کے بیچ میں قرآن کی خود نوشت تفسیریں لے کے آجاتے ہیں اور "تبیین" کا ایک بڑا اڈا جما کر بیٹھ جاتے ہیں۔ رسول اللہ کی تبیین سے اگر آپ کو انکار کرنا تھا تو پہلے اپنے حقِ تبیین سے دست بردار ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے تو نعوذ باللہ رسول اللہ کی جگہ لے لی!

بہرحال جو لوگ تبیینِ رسالت سے قرآن کو بے نیاز قرار دیتے ہیں اور اسے اپنی جگہ کامل و مبین مانتے ہیں خود ان کی اپنی قلمی سرگرمیاں اُن کے خلاف ایک ٹھوس و اتفاقی شہادت ہیں، بلکہ اسے "اعتراف" کہنا زیادہ صحیح ہے۔

اب ہم خود قرآن ہی کے ذریعے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تبیینِ کتاب یا تبیینِ ذکر کا ایک وسیع مفہوم قرار دے کر ہم اسے رسالت کے ایک اہم منصب کی حیثیت سے بطورِ خود پیش نہیں کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس فریضۂ تبیین کی وسعتوں کو خود ہی ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ از روئے قرآن اس فریضہ کے چار پہلو یا چار شعبے ایسے ہیں کہ نبی ان میں کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اشاعتِ آئندہ میں ہم ان شعبوں کا ذکر کریں گے۔

© rasailojaraid.com